ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ صاحب
جمرود۔ خیبر ایجنسی

پشتون تاریخ پر روشنائی تحریک کے اثرات

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فضل بے پایاں ہے کہ آج "الحق" رسالہ منظور نظر خاص و عام ہے۔ آج سے چند سال پیشتر جو حضرات اس رسالے کی خرید اس وجہ سے کیا کرتے تھے کہ اس علاقے کی ایک عظیم دینی درسگاہ کے ساتھ ایک حقیر امداد ہے۔ آج وہ اس رسالے میں شائع ہونے والے قیمتی، علمی، تحقیقی، سیاسی، دینی اور ادبی مضامین کو بصد شوق پڑھتے ہیں۔ مالک حقیقی آپ کو اس کا اجر نیک دے۔ آمین

اسی رسالے میں تحریک روشنیہ کے بارے میں ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کا مضمون بھی پڑھا۔ مجھے ادارے کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ تحریک کے بانی ایک متنازعہ شخصیت رہی۔ اس لئے میں نے بھی آپ کے اظہار خیال کی دعوت پر اس موضوع پر ایک مقالہ لکھا کہ شاید کچھ نئے گوشے سامنے آجائیں۔ اتفاقاً انہی دنوں رئیس المحققین قاضی عبدالحلیم اثر افغانی صاحب کا راقم الحروف کے نام اسی موضوع پر ایک خط ملا۔ قاضی صاحب کا حکم تھا کہ میں ان کے اس مقالے کو اردو میں ترجمہ کر کے "الحق" کو بھیج دوں۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ الحق کے سرپرست حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ صرف کی کتاب مراح الارواح میں ان کے ہم درس رہ چکے ہیں اس لحاظ سے آپ ان کے بھتیجے ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بھی سلام لکھا ہے

پشتو زبان میں آج شعر و ادب، تاریخ، تہذیب اور ثقافت کا جو تھوڑا بہت ذخیرہ موجود ہے۔ پشتون اس کے لئے دین اسلام کی آمد کا ممنون احسان ہے۔ اسلام کے ظہور سے پہلے پشتون کا بطور ایک قوم نہ کہیں ذکر تھا نہ اس کے دامن میں علم و ادب کے فن پارے موجود تھے۔ نہ شاعر تھے اور نہ ہی ان کے پاس تہذیب و ثقافت کا اثاثہ تھا۔ اس لحاظ سے پشتون اور اسلام لازم و ملزوم تو کیا بلکہ تاریخی باپ اور بیٹا ہیں۔ پشتونوں کے آباؤ اجداد نیک لوگ تھے۔ ان کو اسلام کا یہ احسان یاد تھا۔ اسلام کے ایک اور جلیل القدر فرزند محمود غزنوی کو اپنا والد کہتے تھے۔

نہ نو یسے یئے د خالد   غزنوی د دے والد

یہ اسلام کی برکات تھیں، وہ جو کبھی بکھرے ہوئے تھے ان کو یک جا کر دیا۔ ان کو جہانگیری و جہانبانی کے اصول بتلائے۔ ان کے لوٹ مار اور ناجائز قتل و قتال کی عادت بد کو جہاد کی مقدس عبادت میں بدل دیا۔ چچا زاد کے ساتھ دشمنی (تربورگنی) کو ایک بھائی کے ساتھ محبت اور بھائی چارے میں بدل دیا۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے حقوق بتلائے۔ غرض ان شتر بے مہار قبیلوں کو یک جا و متفق کرکے ایک عظیم قوم کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

پشتون اس وقت پیدا ہوا جب اس نے اسلام قبول کیا۔ تب یہ فاتح۔ بادشاہ۔ شاعر۔ ادیب۔ عالم اور سب سے بڑھ کر ایک تہذیب و ثقافت کا مالک بنا۔ اسلام دنیا کی اور قوموں نے بھی قبول کیا ہے لیکن ان سب کا ماضی اسلام سے پہلے بھی تابناک اور شاندار تھا۔ یہ لوگ تہذیب۔ شان و شوکت۔ بہادری۔ غیرت اور علم میں اگر آج کے پشتونوں سے بڑھ کر نہ تھے تو کچھ کم بھی نہ تھے۔ عرب اسلام کے ظہور سے پہلے ایک محرک اور روشن ثقافت و تہذیب کے مالک تھے۔ ان کا ادب و شعر کا ذخیرہ فصاحت و بلاغت کے فن پاروں سے مالا مال تھا۔ وہ دنیا میں ایک قوم کے غلام بھی نہ رہے تھے۔ یہی حالت یونانیوں۔ ایرانیوں اور ترکوں کی تھی۔ ان اقوام پر اسلام کے احسانات اس قدر نہیں جس قدر پشتون قوم پر ہیں۔ شاید اسلام سے پہلے اپنے مزاج اور ساخت کے لحاظ سے منفرد یہ قوم آریہ یا بنی اسرائیل کے نام سے پہچانی جاتی ہوگی۔ لیکن پشتون کے نام سے صرف اس وقت معروف ہوئی جب اس قوم کے افراد اسلام کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ اسلام نے اس قوم کو بام عروج تک پہنچایا اور آنے والے وقت میں بھی اس کی بقا کا راز اسلام اور صرف اسلام میں ہے۔

محققین میں سے بعض کا دعویٰ ہے کہ پشتون آریہ ہیں اور ہیروڈوٹس کے ذکر کردہ ایک قبیلے پکتویک کا رشتہ پشتون سے جوڑ دیا۔ کوئی رگ وید اور پران میں ایسے قبیلے تلاش کر رہا ہے جو لفظ پشتون سے کچھ صوتی مناسبت رکھتے ہوں۔ ایک اور مکتب فکر کے حامل محققین نے بائبل میں ذکر شدہ ایک نامانوس قبیلے بنی بخت سے پختون مطلب لیا۔ یہ سب نظریے ظنی۔ قیاسی اور تخمینی ہیں۔ اور ایک غلط استدلال اور باہمی علمی چپقلش کی پیداوار ہیں۔ اس علمی اور تحقیقی مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے ع

سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

پشتونوں کو چاہئے کہ اس آب حیات کی طرف دوبارہ مکمل رجوع کریں جس سے ماضی میں ان کے مشاہیر پیر روشان۔ شیر شاہ سوری۔ خوشحال خان خٹک اور احمد شاہ ابدالی نے زندگی کی حرارت۔ طاقت اور ہمت پائی۔ ہمیں لادینی۔ غیر انسانی اور غیر اخلاقی تہذیبوں کے ساتھ رشتہ جوڑنے کی بجائے اپنے روشن اور تابناک مستقبل کی طمع، مکے۔ مدینے اور نجف سے کرنی چاہئے۔ اور اپنی نشاط ثانیہ کے لئے قوت اور طاقت ان ہی مقدس مقامات سے حاصل کرنی چاہئے۔

آج ہم اس مضمون میں ان ہی مشاہیر میں سے ایک بایزید انصاری المعروف پیر روشان پیر تاریک کے حالات زندگی۔ صوفیانہ مسلک۔ مغلوں کی سیاسی حکمت عملی اور اس تحریک کی شدید مخالفت کرنے والے بزرگوں کا مطمع نظر اختیار سے بیان کریں گے۔

پشتون قوم کی سیاسی نشاط ثانیہ کی تین تحریکیں مختلف ادوار میں اٹھیں اور اس قوم کی خاصی اکثریت کو متاثر کر گئیں۔ ان میں سب سے پہلی تحریک جنوبی وزیرستان کے مقام کانیگرام سے شروع ہوئی۔ اور روشنائی تحریک کے نام سے تاریخ کے صفحات پر اپنا نام ثبت کر گئی۔ مغلیہ سلطنت کی بنیادیں ہلا دینے والی اس تحریک کا بانی مبانی بایزید انصاری تھا جس کو اس کے معتقدین پیر روشان کے نام سے پکارتے رہے۔ لیکن مغل دربار کے نورتن ابوالفضل نے اسے پیر تاریک[1] کا نام دیا۔ پیر بابا اور ان کے خلیفہ اخوند درویزہ نے اس تحریک کی شدت سے مخالفت کی۔ دوسری تحریک بھی اس وقت اٹھی جب روشنائی تحریک تقریباً دم توڑ چکی تھی۔ بایزید کی اولاد کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جاگیر دار اور منصب دار بنا دیا گیا تھا۔ اور تحریک کی بنیادی کتابیں ناپید ہو چکی تھیں۔ اس دوسری تحریک کے روح رواں ایمل خان۔ دریا خان اور خوشحال خان تھے۔

پشتونوں کی سیاسی بیداری کی تیسری بڑی تحریک انگریزی دور کے آخری سالوں میں حاجی صاحب ترنگ زئی اور ان کے ساتھیوں نے چلائی۔ ان تینوں تحریکوں میں اول الذکر اور آخر الذکر تحریکیں مذہبی اور سیاسی دونوں رنگ لئے ہوئے تھیں۔

<u>پیر روشان</u> خداداد صلاحیت۔ انقلابی ذہن اور بلند خیال کا حامل یہ شخص ۹۳۱ھ کو شہر جالندھر (انڈیا) میں پیدا ہوا۔ والد کا نام شیخ عبداللہ تھا جو کانیگرم کے ایک علمی گھرانے کا فرد تھا۔ بایزید کا جدت پسند دماغ ارد گرد میں مروّج روایتی مذہبی علوم۔ صوفیانہ خیالات اور رسومات کا متحمل نہ ہو سکا۔ باپ نے اسے بہا الدین ذکریا ملتانی کے خانوادے سے بیعت ہونے کو کہا جو ہندوستان میں طریقہ سہروردیہ کی سب سے بڑی خانقاہ تھی اور جہاں سے بایزید کے آبا و اجداد بھی بیعت تھے۔ بایزید نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور جب اسے کوئی اور پیر کامل نہ مل سکا تو ذاتی مجاہدوں اور سخت ریاضتوں کے بعد ایک نیا صوفیانہ مسلک ایجاد کرنے

---

[1] اخوند درویزہ کا بیان ہے کہ بایزید کو پیر تاریک سب سے پہلے اخوند صاحب کے استاد ملا زنگی یا پیچی نے کہا تھا لیکن جناب امیر حمزہ شنواری چشتی نظامی نیازی اس سلسلے میں ابوالفضل کا نام لیتے ہیں۔ (راقم)

[2] وحدۃ الوجود کو پہلے پہل سہروردی حضرات ہندوستان لائے حضرت ذکریا ملتانی وغیرہ ... (بحوالہ سلوک سلیمانی از مولانا اشرف صاحب)

میں کامیاب ہوگیا۔ اس روشنائی مسلک کا ہادی کامل وہ خود تھا۔ کتاب خیرالبیان اس کے مسلک کے رموز و اسرار کی ترجمان تھی جو بقول اس کے اس پہ الہام ہوئی تھی۔ اس کتاب میں ارکانِ خمسہ کے ظاہری مفہوم کے ساتھ ساتھ ان کے باطنی مطالب پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ اس کا مسلک وحدۃ الوجودی صوفیا سے ملتا تھا۔ اس نے گداگری[1] کو خلافِ شرع قرار دے کر حرام بتایا۔ ایک بیت المال قائم کیا جس میں مالِ غنیمت کا خمس داخل ہوتا تھا۔ اس کی یہ تحریک جو پہلے پہل خالص مذہبی نوعیت کی حامل تھی رفتہ رفتہ سیاسی رنگ اختیار کرتی گئی۔ وہ اپنے وطن کانیگرام سے وڈڑ قوم کے پاس اپنا پیغام لے کر گیا۔ وہاں سے ورک زئیوں اور آفریدیوں کو متاثر کرتا ہوا وہ مہمند قبائل کے علاقہ میں داخل ہوا۔ خویشگی، خلیل اور ہشتنغر کے محمد زئی اس کے کٹر مرید بنے۔ یہیں سے اس نے مغل اقتدار کو للکارا۔ یوسف زئی قوم کی اکثریت بھی اس کے ساتھ ہوگئی۔ کابل کی حکومت نے محسن خان غازی کو اسے گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ بایزید پکڑا گیا۔ اور کابل کے فرماں روا مرزا حکیم کے دربار میں پیش ہوا۔ علما نے اس کے ساتھ مباحثہ کیا۔ لیکن قاضی الوقت اس کے مسلک میں کوئی خلافِ شرع بات نہ پا سکا۔ اور اس طرح بایزید کو رہا کر دیا گیا۔ یہاں سے وہ تیراہ کے دشوار گزار علاقہ میں پہنچا۔ آفریدیوں اور بنگشوں کی مدد سے مغلیہ سلطنت کا سخت دشمن بن بیٹھا۔ ایک لشکر جرار لے کر وہ ہشتنغر پہنچا۔ مغل فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہاں وہ بیمار ہوا اور ۹۸۶-۸۷ھ کے لگ بھگ فوت ہوا۔ اس کے جائے مدفن میں اختلاف ہے بہرحال عیدک (شمالی وزیرستان) بٹہ پور کے پہاڑوں، کانیگرم کے عیدگی مقبرے یا کوٹلہ محسن خان (پشاور) میں سے کسی ایک جگہ وہ دفن ہے۔

آزادی کی جو مشعل بایزید نے روشن کی تھی اس کے بیٹوں اور پوتوں نے اسے بجھنے نہ دیا۔ اس کا سب سے چھوٹا بیٹا جلال الدین ۱۰۱۰ھ میں بمقام غزنی ہزارہ قبیلے کے ہاتھوں مارا گیا۔ جلال الدین کی وفات کے بعد احداد تخت نشین ہوا۔ وہ تیراہ سے اتر کر علاقہ خٹک اور لواغر کے آس پاس مقیم ہوا۔ لیکن چھ مہینے کے محاصرے کے بعد مغلوں کے ہاتھوں ۱۰۳۵ھ میں مارا گیا۔

یہ تحریک اس وقت اختتام کو پہنچی جب اس کے سرغنہ عبدالقادر خان نے مغلوں کے ساتھ صلح کر لی۔ بعد میں وہ بمقام پشاور ۱۰۴۲ھ میں فوت ہوا۔ جلال الدین کی اولاد اور رشتہ دار مغلوں کی منصب دار اور جاگیردار بنی روشنائی تحریک پشتونوں کے تقریباً تمام قبائل میں اپنا اثر رسوخ قائم کر چکی تھی۔ دوڑ۔ ورک زئی۔ آفریدی

---

[1] خوشحال خان خٹک کے بقول "پشتون ایک غیرت مند اور خود دار قوم تھی۔ اخوند درویزہ نے اسے دریوزہ گر بنا دیا۔ (بحوالہ تاریخ سوات از میاں عبدالودود صاحب سابق والئ سوات)

تیراہی، بنگش، خلیل، مہمند، یوسف زئی اور قندہاری روشنائی تحریک کے ممد ومعاون تھے۔ صرف ارباب، تمری، خٹک اور ورک زئیوں کے ملک تور کا قبیلہ مغلوں کے حامی تھے۔

بایزید کی تصانیف درج ذیل ہیں:-

۱۔خیرالبیان۔ ۲۔صراط التوحید۔ ۳۔مقصود المومنین۔ ۴۔فخرالطالبین۔ ۵۔حالنامہ۔ ۶۔مکتوبات۔ ۷۔ واجبید دے اشلوک۔

بایزید کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ۱۔شیخ عمر۔ ۲۔خیرالدین۔ ۳۔نورالدین۔ ۴۔کمال الدین۔ ۵۔جلال الدین ۶۔کمال خاتون۔

بایزید کے چند مشہور خلفاء یہ تھے۔ ۱۔مودود۔ ۲۔ارزانی۔ ۳۔واصل۔ ۴۔دولت۔ ۵۔ملا عمر خویشکی۔ ۶۔محمد۔ ۷۔بایزید دوڑ۔ ۸۔درویش داد۔ ۹۔یوسف۔ ۱۰۔ایوب۔ ۱۱۔ملا زکریا۔

محقق بے بدل جناب عبدالحلیم اثر افغانی صاحب پیر روشان اور پیر بابا کی مخالفت، مغلوں کی حکمت عملی اور پشتون تاریخ پر اس کے اثرات کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

" بعض پشتون خوا کے مورخوں نے پیر روشان پر تحقیقی کام کیا ہے۔ لیکن انہوں نے بھی مغلوں کی سیاسی حکمت عملی پر بحث نہیں کی۔ ان محققین نے اس نکتے پر بڑا زور دیا ہے کہ پیر بابا مغلوں کا رشتہ دار تھا اس وجہ سے انہوں نے پیر روشان کی مخالفت کی۔ حالاں کہ انہوں نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ پیر بابا کی چھٹی پشت پر جد امجد احمد بیغم پر امیر تیمور کی ہمشیرہ بیاہی ہوئی تھی۔ اور یہاں پر براہ راست پیر روشان کا دادا بایزید اول امیر تیمور کے پوتے ابو سعید مرزا[۱] کا داماد ہے۔

سوال مغلوں کی رشتہ داری کا نہیں۔ اصل مسئلہ پشتونخوا پر پشتونوں کے ایک آستانہ دار انصاری گھرانے کی حکومت کا تھا۔ مغل بادشاہ جہانگیر نے احداد روشنائی کو قتل کر کے اس کا سر لاہور کے شاہی قلعے کے دروازے پر لٹکا دیا۔ سوال حکومت اور حکمرانی کا تھا۔ مغل حکمرانوں میں سے اورنگ زیب عالمگیر ایک بزرگ بادشاہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس بزرگ بادشاہ نے اپنے باپ شاہجہان اور اپنے سگے بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ غازی احمد شاہ ابدالی کے بیٹوں نے بادشاہت کی تگ و دو میں ایک دوسرے کی آنکھیں نکال لیں۔ مغلوں نے روشنائیوں کے ساتھ جیسا بھی سلوک کیا وہ اقتدار کے لئے رسہ کشی کا لازمی نتیجہ تھا۔ ہمیں جس مسئلے پر بحث کرنی

---

[۱] توضیحی اثر صاحب کی یہ تحقیق بڑی اہم ہے اس کے لئے انہوں نے تاریخ معصومی اور حالنامے کا حوالہ دیا ہے جہاں تک تاریخ معصومی کا تعلق ہے وہاں اس قسم کے کسی رشتے کا ذکر نہیں۔ واللہ اعلم (راقم)

چاہیئے وہ مغلوں کی سیاسی حکمت عملی ہے جس کے ذریعے انہوں نے پشتونوں کو پشتونوں سے مروایا۔

رہا سید علی ترمذی پیر بابا اور ان کے مرید اخوند درویزہ اور پیر روشان کے درمیان مخالفت کا سوال ۔ تو میرے خیال میں اس کی نوعیت مذہبی تھی نہ سیاسی۔ پیر روشان کے افکار و خیالات اور وحدت الوجود کے مسئلے پہ اس کا حد سے گزر جانا اس اختلافات کی بنیاد تھے۔ اور مغل سیاسی کارکنوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔

پیر روشان کے پوتے مرزا انصاری کا شعر ہے ؎

د کثرت نه په وحدت شه کړ به واړه معرفت شه

پیر روشن کے مسلک کے ایک اور شاعر میاں واصل ابن اخوند قاسم کا شعر ہے ؎

نقطۂ وحدت میسر کے بحر کامل شود بحر گردد قطرہ با بحر چون واصل شود

پیر روشان کے خلیفہ اکبر عزیز اللہ ارزانی کا یہ شعر

دل دیوانہ شد آئینہ دار شاہد وحدت دوئی بگذاشتیم بیرون ز قید ما و من رفتیم

یہ تمام چیزیں برداشت کرنے کی ہیں لیکن پیر روشان کے انا سبحانی[1] کے نعرے

بایزید سبحانی اووے د خپل می ذړه له هیکله

د ملا په کتاب نشته دے کلام کړی له مجمله

اس طرح پیر روشان کے ایک مرید مخلص کا یہ کہنا ؎

د کثرت په میدان راغے باطن یو ظاهره دوه

د کثرت لباس ئے واغوست له مسلم او که هندو دے

اخوند درویزہ بابا جسے میاں محمد عمر چمکنی نے اپنی تالیف خزینۃ الاسرار (قلمی نسخہ پشتو اکیڈمی کابل) میں غوث الخلائق اور قطب الارشاد کہا ہے۔ اس عظیم الشان بزرگ اور عالم کو تو چھوڑیں ایک معمولی عالم بھی یہ بات نہیں مان سکتا کہ خداوند پاک جب وحدت سے کثرت کے میدان میں آتا ہے تو کبھی ہندو بن جاتا ہے اور کبھی مسلمان خود ساجد بھی ہوتا ہے اور مسجود بھی۔ غرض یہ مشکلات پیر روشان کی سیاست نے پیدا نہیں کی تھیں بلکہ مشکلات اس کے انتہا پسند تصوفی مسلک کی پیدا کردہ تھیں۔ اگر یہ بد قسمتی پیش نہ آجاتی تو آج پشتونخوا کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔ اس مسئلے پہ میں کیا کہوں گا اور دوسرا کیا لکھے گا۔ دوسروں کو برا بھلا کہنے کی بجائے اپنی غلطی تسلیم کر لینی چاہیئے۔"

---

[1] سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ بایزید بسطامی سے منسوب ہے ان دو بزرگوں کے ناموں اور افکار میں مماثلت ایک تاریخی اتفاق ہے (راقم)

راقم الحروف کے خیال میں روشنائی اور ان کے مدمقابل اخوند درویزہ کے مکتب فکر کے بزرگ دونوں افراط و تفریط کا شکار تھے۔ پیر روشان اگر اہل سنت والجماعت کے چہار سلاسل طریقت میں سے کسی ایک میں بیعت ہوتے تو ان کے وحدت الوجودی تصورات انتہا پسندی کی حد تک نہ پہنچتے۔ اور ان کے ساتھ ہی ان کو ایک سیاسی فائدہ بھی حاصل ہوتا کہ ان کو صرف ایک سیاسی محاذ پر لڑنا پڑتا۔ اخوند درویزہ بابا کی انتہا پسندی اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ روشنائیوں جو موسیقی کے بے حد شائق تھے کے رد میں اس حدیث پاک کو بھی کفار کی افترا قرار دیا جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دف سننے کے واقعے کا ذکر ہے۔ تذکرہ کی عبارت ہے

وردہ واقعہ مفتراۃ علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حالانکہ یہ واقعہ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف دونوں میں درج ہے۔

روشنائی تحریک کے بارے میں اس فقیر پرتقصیر کی رائے وہی ہے جو اس کے جد امجد شیخ المشائخ شاہ ابوبکر اور ان کے بیٹے برہان الدین شاہ منصور نے اپنے اس ہم عصر تحریک کے بارے میں قائم کی تھی۔

روشنائی تحریک مذہبی لحاظ سے ایک صوفیانہ بدعت اور سیاسی لحاظ سے پشتون قبائل کے درمیان نفاق و فساد کا سبب ہے۔ البتہ پشتو ادب کے میدان میں روشنائیوں نے کارہائے نمایاں انجام دے کر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔ ان میں پشتو زبان کے اولین نثرنگار اور صاحب دیوان شاعر پیدا ہوئے۔ اسی طرح بہادری شجاعت عزم اور دلیری میں وہ ضرب المثل روایات چھوڑ گئے۔ اور آنے والے دور میں حریت فکر اور آزادی وطن کے متوالوں کے لئے ایک روشن مینار بن گئے۔

کتب حوالہ جات۔ ۱۔ مقدمہ خیرالبیان از مولانا عبدالقدوس ہاشمی ۲۔ بہر کی بیان از مولانا احمد حسن ۳۔ تذکرہ اخوند درویزہ ۴۔ تاریخ سندھ المعروف تاریخ معصومی از میر محمد معصوم بکھری ۵۔ صراط التوحید بایزید انصاری ۶۔ مقصود المومنین مرتبہ ڈاکٹر میر ولی خان ۷۔ تاریخ سوات میاں عبدالودود صاحب ۸۔ سلوک سلیمانی از پروفیسر مولانا محمد اشرف صاحب ۹۔ سوات نامہ خوشحال خان خٹک ۱۰۔ مکتوب قاضی عبدالحلیم اثر افغانی صاحب۔